رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل ہفتہ میں دو بار
قادیان
فی پرچہ ا

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۳۸ | مورخہ ۴ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء | شنبہ | مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ | جلد ۱۵

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۴ نومبر محبت اور غضب کے فلسفہ پر نہایت سبق آموز خطبہ ارشاد فرمایا۔

سالانہ جلسہ کی تیاری کے انتظامات شروع ہو رہے ہیں اور دفتر بیت المال کی طرف سے اخراجات کے متعلق اعلان ہونے والا ہے۔ احباب نہایت سرگرمی کے ساتھ ضروریات جلسہ سالانہ فراہم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

مولوی مطیع الرحمٰن صاحب ایم۔ اے کو امریکہ مولوی عبد القدیر صاحب بی۔ اے کو لندن اور حافظ جمال احمد صاحب کو ماریشیس بھجوانے تبلیغ بھیجے جانے کی تجویز ہے۔ بعض احباب نے پاسپورٹ کے لئے درخواستیں دے دی ہیں۔

اخبار احمدیہ

قبولیت دعا کا تازہ نشان

شہر روہڑی علاقہ سندھ میں ایک عجیب واقعہ رونما ہوا ہے جس کے سننے سے ایمان میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں اسے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس جگہ پر ایک [illegible] محمد عارب صاحب نامی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے [illegible] کئی دن تک وہ بیمار رہے۔ ان کے بھائی چوہدری امید علی وغیرہ (غیر احمدی) ان کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ایک دن ان کے بھائی نے جناب بابا اکبر علی صاحب [illegible] سیکرٹری جماعت احمدیہ کو بلا بھیجا۔ کہ آپ آئیں اور کسی ڈاکٹر [illegible] تو ڈاکٹر صاحب اندر سے نکلے۔ انہوں نے پوچھا مریض کا کیا حال ہے [illegible] کوئی امید نہیں [illegible]

اور موت کے منہ میں نظر آتا تھا۔ سب مایوس ہو چکے تھے۔ امید علی صاحب نے بابو صاحب سے کہا۔ اب آپ ہم کو کسی فقیر کے پاس لے چلیں تا اس سے دعا کرائیں۔ دوائیں تو اب بیکار ہیں۔ اس پر بابو صاحب کی مومنانہ غیرت نے جوش مارا۔ آپ نے فرمایا۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں سے بڑھ کر کون فقیر ہو سکتا ہے۔ آؤ ہم دعا کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے دعا شروع کی۔ اور سب حاضرین نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔ آپ کی دعا فوراً شرف قبولیت پا گئی۔ جونہی دعا ختم کی گئی۔ مریض چارپائی پر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ مجھے تو کوئی تکلیف نہیں بالکل آرام ہے۔ چنانچہ وہ ایک دو دن میں چلنے پھرنے لگ گیا اور اس کا مرض کافور ہو گیا۔

کہاں ہیں وہ عیسائی اور ہندو۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی معجزہ نہ دکھلایا تھا۔ وہ آئیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادنیٰ خادم کی زندہ کرامات دیکھیں کیا ان کے مذہب میں بھی دعا کو اس رنگ میں پیش کرنے والا کوئی ہے؟ ہرگز نہیں!

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمد ﷺ

نوٹ :- میں نے اس واقعہ کی تصدیق چوہدری ابراہیم علی صاحب سے بھی جو تاحال غیر احمدی ہیں کر لی ہے - والسلام
خاکسار ناچیز اللہ دتا جالندھری -

عرض حال

عاجز تاحال کولمبو میں ہے - کئی ایک لیکچر ہو چکے - اور کئی ایک کا انتظام ہو رہا ہے - عزیزین کثرت سے ملاقات کیواسطے آتے رہتے ہیں - اور بعض اپنے مکان پر دعوت کرتے اور وعظ کراتے ہیں - احباب سے درخواست دعا ہے - کہ سیلون احمدی ہو جائے -

واپسی پر میرا ارادہ کلکتہ کے راستہ جانے کا ہے - اور اس لائن پر جن احباب کا پتہ مجھے معلوم ہے - ان کو اطلاع کر دوں گا جن احباب کو فرصت اور حُب ہو - وہ اسٹیشن پر مل سکیں گے لیکن اس کے ساتھ یہ عرض کر دینا ضروری ہے - کہ میں اس امر کے واسطے آزاد نہیں ہوں - کہ جہاں پسند کروں راستہ میں قیام کر لوں اور ایک یا دو دن ٹھیر جاؤں اور لیکچر دوں - میرے فرائض ان دنوں دفاتر نظارت ہائے خارجہ و داخلہ کے متعلق ہیں - نہ کہ محکمہ تبلیغ کے متعلق - خاص ضرورت کے واسطے حضرت خلیفۃ المسیح کہیں عاجز کو تبلیغ کے واسطے بھیج دیتے ہیں - تو میں جا سکتا ہوں ورنہ نہیں - پس راستہ میں کہیں ٹھیر نہ سکوں گا (سوائے اس کے کہ مجھے اس غرض کے واسطے کوئی حکم حضرت صاحب ایدہ اللہ سے ملے) لہذا احباب اصرار نہ کریں - دیگر یہ گذارش ہے - کہ اکثر احباب از راہ محبت ملاقات کیوقت کچھ کھانا بھی لے آتے ہیں - میں ہر جگہ کھانا نہ کھا سکتا نہ اتنے کھانے اپنے ساتھ اٹھا سکتا ہوں اول تو ریل میں اچھا کھانا مل جاتا ہے - احباب کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں - لیکن اگر ضرورت ہوئی - تو میں خود لکھ دوں گا کہ فلاں شہر کے احباب کھانا مہربانی کر کے پہنچا دیں - میری اطلاع کی غرض صرف ملاقات اور مل کر دعا کرنے کی ہوتی ہے - اور بس - وہ بھی بشرطیکہ فرصت ہو - اور تشریف لانے میں کوئی دقت نہ ہو -

محمد صادق عفا اللہ عنہ از کولمبو

ایک یورپین نومسلمہ

ایک یورپین مسلمان عورت جو تقریباً پانچ سال سے ایک مسلمان سے شادی کر کے مسلمان ہو گئی تھی - شوہر کے فوت ہو جانے کی وجہ سے سخت مشکلات میں ہے - اس کے دو بچے ہیں چونکہ اُس عورت کی والدہ عیسائی ہے - وہ ان کو پھر عیسائیت میں لے جانا چاہتی ہے - لیکن اس کی خواہش ہے - کہ کوئی متمول مسلمان اُس سے شادی کر لے - جو اس کا اور اس کے بچّوں کے اخراجات کا متحمل ہو سکے - عورت کی عمر تقریباً ۲۲ سال ہے نرس کا کام خوب جانتی ہے - انگریزی اُردو زبان سے خوب ماہر ہے - اگر کوئی صاحب اس سے شادی کرنا چاہیں تو دفتر امور عامہ قادیان سے خط و کتابت فرماویں - ناظر امور عامہ

محمد نور مرحوم

محمد نور صاحب سماٹری جن کے لئے الفضل کے کسی گذشتہ نمبر میں درخواست دُعا کی گئی تھی - ۱۹ - اکتوبر ۱۹۲۷ء کو انتقال کر گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم محمد حسین صاحب جو ایک مخلص احمدی ہیں کے فرزند تھے - مرحوم بچپن سے ہی دین کے لئے بہت شوق رکھتے تھے - اب مدرسہ احمدیہ کی ساتویں جماعت میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ایک محنتی قابل اور مستقل مزاج لڑکے تھے - محنت اسقدر کرتے تھے - کہ آپ کو کتاب کا کیڑا کہا جاتا تھا - سلسلہ عالیہ کے لئے اپنے اندر ایک خاص جوش رکھتے تھے - حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف کے مطالعہ سے خاص دلچسپی تھی - آپ ہمیشہ اپنے دوستوں رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں کو تبلیغی خطوط روانہ کیا کرتے تھے مرحوم کی آرزو تھی - کہ وطن جا کر تبلیغ کرے - مگر خدا کو یہ منظور تھا کہ آپ قادیان مبارک کی پاک سرزمین میں دفن ہوں - مرحوم کے والد بزرگوار کا ارادہ تھا - کہ میرا نور نظر قادیان سے مولوی فاضل کے امتحان میں کامیاب ہو کر روحانی علوم کے خزائن لیکر واپس آئے -

میں سب بزرگان جماعت و برادران ملت سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور ان کے والدین کے لئے دعائے صبر و تحمل کا خواستگار ہوں - خاکسار زینی دحلان سماٹری

اعلانات برائے موصیان

جس قدر موصی ہیں اور وہ جہاں جہاں رہتے ہوں - اپنے اپنے پتہ سے اطلاع دیں اور آئندہ کے لئے جب وہ تبدیل ہوں - تو تبدیلی پتہ سے دفتر مقبرہ بہشتی کو اطلاع دیتے رہا کریں - غرضیکہ موصی کی ہر ایک نقل و حرکت کی اطلاع دفتر مقبرہ بہشتی میں آنی چاہیئے -

(۲) ضروری ہے - کہ تمام موصی اپنی اپنی آمدنی کی بھی اطلاع دیں - یعنی اسوقت جو بھی اُن کی آمدنی ماہوار ہو وہ لکھدیں - اور آئندہ کے لئے جب آمدنی میں کوئی تغیر واقعہ ہو - تو اس کی بھی اطلاع آنی چاہیئے -

(۳) جس جائداد کا ذکر وصیت میں ہوتا ہے - جب اُس جائداد میں کوئی تغیر و تبدل واقعہ ہو جائے - تو اُس کی اطلاع بھی دفتر مقبرہ بہشتی میں دینی چاہیئے -

(۴) خط و کتابت کرتے وقت یا زر وصیت ارسال کرتے وقت نمبر وصیت کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے - اور یہ بھی کہ رقم مرسلہ فلاں ماہ کی آمد کا حصہ ہے -

(۵) زر وصیت ارسال کرتے وقت تفصیل چندہ وصیت دینی چاہیئے چندہ وصیت کی مدات حسب ذیل ہیں - حصہ جائداد - حصہ آمد شرط اوّل - محصلات - اعلان وصیت - توسیع مقبرہ بہشتی

عبد الرحمن مصری سکرٹری انجمن کارپرداز مصالح قبرستان قادیان

پتہ درکار ہے

سید حکیم مظہر علی صاحب خلف رستم علی صاحب مقام ہنیرہاں - ڈاکخانہ سنداجو ضلع ہوشیارپور - حال ہوشیارپور اپنے پتہ سے سید صفدر حسین صاحب - محلہ ڈوگراں - مقام اسماعیل آباد - ڈاک خانہ خاص - ضلع کرنال کو بہت جلد اطلاع دیں انہیں اُن سے کوئی خاص کام ہے - سیکرٹری صیغہ ترقی اسلام -

شائق اخبار

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک طالب علم جے - وی کلاس نے اخبار الفضل کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کیا ہے - ذی مقدرت اصحاب میں سے کوئی صاحب اس کار خیر میں حصہ لیکر اس کے نام اخبار جاری کرا دیں اور دفتر کو مطلع فرمائیں -

خاکسار یوسف علی - پرائیویٹ سیکرٹری

اعلان نکاح

منشی سلطان عالم صاحب مدرس گوہر یالہ ضلع گجرات کی لڑکی کلثوم کا نکاح چوہدری غلام احمد صاحب پسر مولوی محمد الدین صاحب مرحوم گکرالی - ضلع گجرات سے ۱۲ - اکتوبر ۱۹۲۷ء بعد نماز عصر خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے پڑھا - خدا تعالےٰ مبارک کرے -

درخواست دعا

میرے والد صاحب عرصہ چار ماہ سے بیمار چلے آتے ہیں - احباب اُن کی صحت کیلئے دعا فرمائیں - ذکاء اللہ خاں جہلم -

دعائے مغفرت

خاکسار کی والدہ صاحبہ ۱۹ - اکتوبر ۱۹۲۷ء فوت ہو گئی ہیں - مرحومہ ایک مخلص اور سلسلہ کی خادمہ خاتون تھیں - احباب دعائے مغفرت کریں - والسلام - محمد حسین بھڑی شاہ رحمان -

الفضل کا ماہواری پرچہ

ماہ اکتوبر کا ماہواری ایڈیشن نہایت اعلےٰ مضامین اور نظموں پر مشتمل بہت بڑے حجم پر شائع ہو گیا ہے - جن احباب نے نہ دیکھا ہو - ضرور منگا کر ملاحظہ کریں - اور جو ملاحظہ کر چکے ہیں - وہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کو اس کے پڑھنے کی تحریک کریں - یہ پرچہ صرف ۲/ قیمت پر ملسکتا ہے

علاوہ ازیں احباب کو الفضل کے مستقل خریدار بنانے کی خاص کوشش کرنی چاہیئے - غیر از جماعت لوگوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کو جس قدر خیال اور توجہ ہے - اس کا تقاضا ہے کہ الفضل کے مضامین ان لوگوں تک پہونچائے جائیں - احباب کو یہ بات اچھی طرح یاد ہونی چاہیئے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۲۶ء

ہندو مسلم اتحاد کانفرنس کلکتہ کا فیصلہ

ہندو ممبروں کی کثرت کے فیصلہ کی ہندوؤں کی طرف سے مخالفت

جن حالات میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس شملہ ناکام ختم ہوئی تھی۔ ان سے آئندہ کے متعلق کوئی امید افزا توقع پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن خوشی کی بات ہے۔ کہ کلکتہ میں جو کانفرنس حال ہی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی طرف سے مدعو کی گئی۔ اس میں متحدہ طور پر ذبیحہ گائے اور باجا نوازی کے متعلق فیصلہ ہوگیا اور ان دونوں باتوں کا فیصلہ قریباً قریباً انہی لائنوں پر ہوا۔ جو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے شملہ کانفرنس کے موقعہ پر ہندو مسلمان لیڈروں کے سامنے اس بارے کیا پیش فرمائی تھیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ ان لائنوں کو مدنظر رکھے بغیر ہندو مسلمانوں کا کسی تصفیہ تک پہنچنا ممکن ہی نہ تھا۔ اور کوئی ایسا طریق ہی نہیں۔ جس پر اتحاد ہوسکتا۔ شملہ کانفرنس کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ کہ اس میں کچھ ایسے لوگ شریک تھے۔ جو کسی صورت میں بھی تصفیہ کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے وہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے پیش فرمودہ طریق تصفیہ پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ان دونوں امور کے متعلق تصفیہ کی یہ صورت بیان فرمائی تھی۔

"کسی قوم کے مذہبی یا سوشل عقائد سے کوئی تعرض نہ ہونا چاہیئے۔ اگر مسلمان گائے ذبح کرنا چاہیں۔ تو ان کو پوری آزادی ہونی چاہیئے۔ اسی طرح عیسائیوں سکھوں ہندوؤں کو سور مارنے یا جھٹکا کرنے یا باجہ بجانے میں پوری آزادی ہو۔ مگر کوئی فعل بھی ایسی طرز میں نہ ہونا چاہیئے۔ کہ جس سے دوسری قوم کے احساسات کے مجروح ہونے کا احتمال ہو۔ مثلاً مسلمانوں کو قربانی کی گایوں کا جلوس نہ نکالنا چاہیئے یا کسی اور طرح بھی ان کی خواہ مخواہ نمائش نہ کرنی چاہیئے اور یہی طریق سور یا جھٹکے کے متعلق ہونا چاہیئے۔ ہمارے خیال میں مسلمانوں کو باجہ بجائے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے مگر یہ نہایت انسب ہوگا۔ اگر کسی قانون کی رو سے عبادت کے وقت معابد کے سامنے باجہ بجانا ممنوع قرار دیا جاسکے مذہبی امور میں ہر قوم کو کمل آزادی ہونی چاہیئے۔ اور اس اصل کو ہندو مسلم اتحاد کا ایک ضروری جزو قرار دینا چاہیئے"

اب آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اس بارے میں موجودہ ہندو مسلم ممبروں کے اتفاق رائے سے جو تجویز منظور کی ہے۔ وہ یہ ہے۔

"آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا یہ جلسہ ذبیحہ گائے اور باجہ کے مسئلے کے متعلق مندرجہ ذیل قرارداد کو جو مخالف اور متضاد نقطہ ہائے خیال اور دعاوی کے بطور ایک مناسب تصفیہ کے ہے پسند و منظور کرتے ہوئے اراکین کانگریس کو اس امر کا مختار و مجاز کرتا ہے۔ کہ ان طریقوں پر جو اس قرارداد میں ظاہر کر دئے گئے ہیں ہندو اور مسلمانوں کے اندر پروپگنڈا جاری رکھیں۔ اور مجلس عاملہ سے خواہش کرتا ہے کہ وہ اس قسم کا پروپگنڈا جاری رکھنے کی غرض سے ایک سب کمیٹی (مجلس ماتحت) مقرر کرے۔ اور مزید براں یہ بھی قرار دیتا ہے کہ یہ قرارداد آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور کانگریس کے اجلاس میں جو مدراس میں منعقد ہوں گے۔ بغرض توثیق پیش کی جاوے:۔

ہندوستان کی کسی ملت کو اپنے مذہبی فرائض و واجبات اور اپنے مذہبی خیالات کا بار کسی دوسری ملت پر ڈالنے یا ڈلانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ امن واخلاق عامہ کے ماتحت بلا روک ٹوک اپنے مذہب کا اقبال اور عمل ہر ملت اور ہر فرد کو حاصل رہے گا۔

ہندوؤں کو اس کی آزادی ہوگی۔ کہ وہ مساجد کے سامنے مذہبی یا معاشرتی اغراض کے لئے ہر وقت جلوس نکال سکیں۔ اور باجہ بجاسکیں۔ لیکن مساجد کے سامنے جلوسوں کا ٹھہرانا یا خاص مظاہرہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور نہ ایسی مساجد کے سامنے جو گیت گائے جائیں یا باجہ بجایا جائے۔ وہ اس طرح کا ہوگا۔ کہ جو مسجد کے اندر عبادت کرنے والوں کو اذیت پہونچانے یا ان کی عبادت میں خاص طور سے خلل ڈالنے کا موجب نہ ہو۔

مسلمانوں کو اس کی آزادی ہوگی۔ کہ وہ قربانی کر سکیں۔ یا موجودہ میونسپل قوانین کے ماتحت جو اغراض غذا کے واسطے جانوروں کے ذبیحہ کے متعلق ہوں کسی قصبہ یا گاؤں یا کسی ایسے مقام پر جو نہ شاہراہ عام ہو اور نہ کسی مندر کا قرب ہو۔ اور نہ ایسی جگہ ہو۔ جو ہندوؤں کی نظر کے سامنے ہو۔ گایوں کو ذبح کر سکیں۔

گایوں کو ذبیحہ یا قربانی کے لئے نہ جلوس میں نکالنا چاہیئے۔ اور نہ ان کا مظاہرہ کرنا چاہیئے"۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کا پیش فرمودہ طریق تصفیہ اور اس قرارداد کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں ایک حد تک حضور کے بیان سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ اور جہاں دوسری صورت اختیار کی ہے۔ وہاں مسلمانوں کے متعلق انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ اور ان کے واجبی حق کی پرواہ نہیں کی گئی تاہم خوشی کی بات ہے۔ کہ ہندو ممبر کچھ نہ کچھ منظور کرنے کے لئے تو تیار ہو گئے۔

یہ قرارداد مسٹر جے۔ ایم سین گپتا نے پیش کی جس کے متعلق کئی ایک معمولی ترمیمیں پیش ہوئیں۔ لیکن سب مسترد ہو گئیں۔ اور اصل تجویز پاس ہو گئی۔

اس کانفرنس میں صرف سات آٹھ مسلمان ممبر شریک تھے۔ اور اکیس بائیس ہندو۔ اس لحاظ سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں کو اپنے منشاء اور خواہش کو پورا کرنے کا زیادہ موقعہ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض پہلو اس میں ایسے نظر آتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے لئے سخت تکلیف دہ ہیں۔ لیکن ہندوؤں کو سوائے اپنی ضد پوری کرانے کے اور کوئی فائدہ نہیں دے سکتے مثلاً یہی کہ "ہندوؤں کو آزادی ہوگی۔ کہ مساجد کے سامنے مذہبی یا معاشرتی اغراض کیلئے ہر وقت جلوس نکال سکیں۔ اور باجا بجا سکیں"۔

اگر اس بارے میں اتنی رواداری سے کام لیا جاتا۔ کہ مساجد کے سامنے عبادت کے اوقات میں باجا نہیں بجایا جائیگا۔ اور چند منٹ کیلئے باجا بند کر دیا جائیگا۔ تو اس سے ہندوؤں کی مذہبی یا معاشرتی اغراض کو کوئی نقصان نہیں ہو پہنچ سکتا تھا۔ لیکن مسلمان سخت تکلیف اور پریشانی سے بچ سکتے تھے۔ مگر اتنی سی رواداری بھی نہ وہ دکھائے۔ جسے مسلمانوں کی کچھ پرواہ ہو۔

حامز الوقت۔ مسلمان ممبروں نے یہی غنیمت سمجھکر اس تجویز سے اتفاق ظاہر کردیا۔ کہ اس میں گول مول الفاظ رکھ دیئے گئے ہیں۔ کہ "مساجد کے سامنے جلوسوں کا ٹھہرانا یا خاص مظاہرہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور ایسی مساجد کے سامنے جو گیت گائے جائیں۔ یا باجہ بجایا جائے۔ وہ اس طرح ہوگا۔ کہ جو مسجد کے اندر عبادت کرنیوالوں کو اذیت پہونچانے یا ان کی عبادت میں خاص طور سے خلل ڈالنے کا موجب ہو"

اذیت پہونچانے یا عبادت میں خاص طور سے خلل ڈالنے کا مفہوم خواہ کچھ ہی ہو مسلمان ممبروں نے اسے اپنی اشک شوئی سمجھکر اس قرار داد سے اتفاق ظاہر کردیا اور وہ پاس ہوگئی۔

اب ضرورت تو اس بات کی ہے۔ کہ ہندو ممبروں نے جو قرار داد اپنی بہت بڑی کثرت کے ساتھ منظور کی ہے۔ ہندو کم از کم اس میں بیان کردہ طریق عمل پر ہی کاربند ہوں اور ذبیحہ گائے کے متعلق مسلمانوں کے حقوق جہاں تک اس میں قرار دیئے گئے ہیں۔ انہیں تسلیم کرلیں۔ لیکن ممکن نہیں۔ کہ ہندو پریس ہندو لیڈروں کی کثرت کی منظور کردہ قرار داد پر بھی عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔ چنانچہ پنجاب کے آریہ پریس نے اس کی مخالفت شروع کردی ہے اور اخبار ملاپ (یکم نومبر) نے لکھا ہے۔

"کلکتہ کی ملاپ کانفرنس نے گئوکشی کے متعلق جو رزولیوشن پاس کیا ہے۔ اس کی رُو سے مسلمانوں کا بلا امتیاز یہ حق مان لیا گیا ہے۔ کہ وہ ہندوؤں کے پوتر تیرتھوں پر بھی بلا روک ٹوک گئوؤں کو شہید کرسکتے ہیں۔ یہ رزولیوشن ایسا شرمناک اور بیہودہ ہے۔ کہ ہم کو کوئی نقطہ نظر نہیں آتا۔ جس سے اس کی پوری مذمت کریں۔ اگر مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں کے پوتر تیرتھوں کے پاس بھی گئوکشی کی اجازت مل گئی۔ تو سمجھ لو کہ آریہ ورت کی پوتر بھومی ملیکھش دیش ہوگئی۔ ہمیں جہاں اس رزولیوشن پر افسوس ہے۔ وہاں کانگرس کے ان تمام تعداد ہندو ممبران پر بھی سخت افسوس ہے۔ جنہوں نے ایسے شرمناک رزولیوشن سے اتفاق کیا۔ ہندوؤں کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ کانگرس کے اس فیصلہ پر زبردست اظہار ناراضگی کریں"

کیا "ملاپ" کے اس بیان کو پڑھ کر کانگریس کے ہندو ممبر بتائیں گے۔ کہ ایسے ہندو اخبارات کی موجودگی میں ہندو مسلم اتحاد کبھی ممکن ہے۔ اور اتحاد کے رستہ میں ہندو روڑا اٹکا رہے ہیں۔ یا مسلمان۔

بات یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا جرم اُن کی کمزوری اور بے کسی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہندو اُن کو معمولی معمولی حقوق بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وید جرمنی سے آئے

پنڈت شانتی سروپ صاحب نے سوامی دیانند کی یادگار کے جلسہ منعقدہ دہلی میں تقریر کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ

"رشی دیانند کا احسان ۲۳ کروڑ ہندوؤں پر ہے سوامی دیانند کی ہی بدولت جرمنی سے وید واپس منگوائے گئے تھے"

(تیج ۲۹ اکتوبر)

اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ہندوستان ویدوں سے خالی اور ہندو ویدوں سے محروم ہو چکے تھے۔ اور جرمنی کی بدولت دوبارہ ہندوؤں کو ویدوں کی شکل دیکھنی نصیب ہوئی۔ ایسی حالت میں ویدوں کے متعلق یہ دعوے کہ وہ تغیر و تبدل اور کمی بیشی سے محفوظ ہیں۔ جو حقیقت رکھتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

"تیج" کا دل آزار مضمون

سمجھ میں نہیں آتا۔ گورنمنٹ ہندو اخباروں کے متعلق کیوں انہی امور میں اغماض سے کام لے رہی ہے۔ جن کی وجہ سے مسلمان اخبارات کے ایڈیٹر جیلوں اور حوالاتوں میں پڑے ہیں۔ اور کیوں مسلم اخباروں کے مقابلہ میں ہندو اخباروں سے نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کیا جاتا ہے ایڈیٹر صاحب مسلم اوٹ لک کو ہائیکورٹ پنجاب کے ایک جج کے اس فیصلہ کے خلاف مضمون لکھنے کی وجہ سے جسے اُسی ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ نے رد کردیا۔ قید کی سزا دی گئی۔ لیکن مسلم اوٹ لک سے زیادہ سخت اور عریاں الفاظ اُسی ہائیکورٹ کے خلاف لکھنے پر آریہ اخبار "تیج" کو کسی نے پوچھا تک نہیں اسی طرح اخبار لائٹ کے عملہ کو دفعہ ۱۵۳-الف کے ماتحت گرفتار کرکے دوران تحقیقات میں ہی حوالات میں ڈال دیا گیا۔ اور ضمانت نامنظور کردی گئی۔ لیکن ایک دوسرے آریہ اخبار جس کے دو ایڈیٹروں کو اسی دفعہ کے ماتحت گرفتار کرکے یکے بعد دیگرے ضمانت پر رہا کردیا گیا۔ اور انہیں ایک منٹ بھی حوالات میں نہ رکھا گیا۔ اب اخبار تیج نے اپنے ۲۰ اکتوبر کے پرچہ میں "قرآنی تعلیم کا خوفناک پہلو" کے عنوان سے ایک نہایت دل آزار اور اشتعال انگیز مضمون شائع کیا ہے۔ جس کے خلاف مسلمان اخبارات آواز بلند کر رہے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ نے تاحال اس کے متعلق کوئی کارروائی نہیں کی۔

اس غیر مساویانہ سلوک سے جرأت پاکر آریہ اخبارات کا رویہ جس قدر مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق گورنمنٹ کو جلد سے جلد اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔

ہندو ممبران کانفرنس اور "ملاپ"

"ملاپ" نے اتحاد کانفرنس کلکتہ کے متعلق اپنے ایک دوسرے پرچہ میں جو اظہار رائے کیا ہے اس کا ایک جملہ یہ ہے۔

"رزولیوشن تصفیہ کہلانے کا تو مستحق کہاں رہا۔ یہ تو شرارت کا توڑہ ہے۔ اسے سمجھوتہ کہنا ہندو اخلاق۔ ضمیر اور دھرم پر کلہاڑا رکھنا ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک گئو بھکشا کی اس طرح کھلی اجازت دینا وہی درجہ رکھتا ہے۔ جو ہندوؤں کو مسلمانوں کے انبیا اور اولیاء کی کھلے بندوں توہین کا حق دینا ہے۔ جب مسلمانوں کی شریعت کسی شخص کو شاتم رسول بننے کی اجازت نہیں دیتی تو ہندو کہاں سے حاتم طائی واقع ہوئے ہیں۔ کہ ان کے نمائندے یہ اعلان کردیں کہ مسلمانوں کو ان کے پوتر تیرتھوں پر بھی معصوم گئوؤں کو خوراک کے لئے شہید کرنیکا حق حاصل ہے۔ کلکتہ میں جن ہندو لیڈروں نے ایسے بیہودہ اور شرمناک ہندو آزار رزولیوشن پر دستخط کئے ہیں انہوں نے ہندو جمہور کو یہ ایدیش کیا ہے کہ وہ ان کے اس نکمے تصفیہ کو بحیرہ عرب کی نذر کردیں"

(ملاپ ۲ نومبر)

معلوم ہوتا ہے "ملاپ" اور اس کے ہم خیال ہندو ہندوستان میں اپنی حکومت سمجھتے ہیں۔ اور وہ ان ہندوؤں کی بھی کوئی بات تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ جو مسلمانوں کی تھوڑی بہت اشک شوئی کریں اور انکو بھی صلواتیں سنا رہے ہیں۔ ورنہ اس قدر متمردانہ روش کے کیا معنی کہ حکومت انگریزوں کی ہو جسکا یہ کھلا اعلان ہو۔ کہ ہر مذہب ملت کے لوگوں کو اپنے مذہب میں پوری پوری آزادی ہے۔ مگر ہندو یہ کہیں کہ مسلمانوں کو گائے ذبح کرنیکی اجازت ہندوستان میں نہیں دی جاسکتی۔ اور کوئی ہندو اسے برداشت نہیں کرسکتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

ظالم و مظلوم دونوں کی مدد

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۷ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے دنوں ہندوؤں کی بعض کارروائیوں کی وجہ سے جو اشتعال مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ اس کے متعلق میں نے متعدد اشتہار شائع کئے۔ اور اپنی طرف سے وہ صحیح طریق بیان کیا۔ جس پر عمل کرکے مسلمان کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور میں نے مسلمانوں کو متواتر نصیحت کی تھی۔ کہ وہ ہر قسم کے فتنے اور فساد سے بچیں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کریں۔ مجھے ان اشتہارات پر کئی

گالیوں کے خطوط

آئے۔ کئی لوگوں نے مجھے لکھا۔ کہ تم بزدل ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں۔ آپ ایک طرف تو مسلمانوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے بلاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس علاج سے روکتے ہیں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والوں کا ہو سکتا ہے۔

میں نے ان لوگوں کو خطوط کے ذریعہ بھی اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ وہ اپنے خیال میں غلطی پر ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عزت کی حفاظت ظالمانہ افعال کے ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آپ کی عزت کی حفاظت ایک مستقل۔ غیر متزلزل۔ با امن پُر جوش اور پُر اخلاص جد و جہد سے ہو سکتی ہے جس میں کوئی وقفہ نہ ہو۔ کوئی سستی نہ ہو۔ کوئی کمزوری نہ ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں میرے ان

خطوط کا اثر

ان لوگوں پر ہوا۔ گو وہ ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے مگر میری بات نے ان کے دل پر اثر کیا۔ کیونکہ ان لوگوں میں سے کسی کے متعلق ایسی خبر معلوم نہیں ہوئی۔ کہ اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہو۔ جو خلاف قانون ہو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اگر ان لوگوں نے میرے اشتہارات سے فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔ تو میرے خطوط کے ذریعہ نفع ضرور حاصل کیا۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض نے اس سبق کو جو میں نے انہیں دیا تھا۔ بھلا دیا۔ انہوں نے میری نصیحت کی قدر نہ کی۔ اور میری

حکمت کی علت غائی

کو نہ سمجھا۔ اور اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جس طرح نادان دوست اپنے دوست کی امداد کے لئے اٹھتا ہے۔ ان کی مدد بالکل اسی طرح تھی جس طرح کہتے ہیں۔ کسی نے

ریچھ سے دوستانہ

ڈالا ہوا تھا۔ اور ان کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ ریچھ اس شخص کی بہت خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ کہیں باہر کام کو گیا۔ اس کی ماں جو بیمار تھی۔ اس کے پاس ریچھ کو بٹھا گیا۔ اور اشارے سے بتا گیا۔ کہ مکھیاں اڑاتا رہے۔ انسان کے ہاتھ میں جس قسم کی لچک مختلف قسم کے کام کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ویسی ریچھ کے پنجہ میں کہاں ہو سکتی ہے۔ ریچھ مکھیاں اڑاتا۔ مگر وہ پوری طرح نہ اڑتیں۔ اس پر اس کے دل میں جوش پیدا ہوتا۔ کہ میرا آقا اور محسن مجھے کہہ گیا تھا۔ کہ مکھیاں اڑاتا رہوں۔ مگر یہ اڑتی نہیں ایک مکھی جو آنکھ پر بیٹھی تھی۔ اسے اس نے بار بار اڑایا۔ مگر ادھر اڑ کے ادھر پھر آ بیٹھے۔ ریچھ نے سمجھا۔ اس طرح تو یہ باز نہ آئیگی۔ پاس ایک بڑا پتھر پڑا تھا۔ اسے اٹھا لایا۔ اور عورت کے منہ پر دے مارا تاکہ مکھی مر جائے۔ مکھی تو شائد اڑ گئی ہو۔ مگر اس شخص کی ماں پتھر سے مر گئی۔ ریچھ نے اپنے خیال میں مکھی اڑائی تھی۔ اور اپنے آقا اور محسن سے اخلاص اور محبت کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اس غرض اور مقصد کو ضائع کر دیا۔ جس کے لئے اسے مکھیاں اڑانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

پس بعض مسلمانوں نے ایسی تمابیر اختیار کیں۔ جو نیک نامی کا موجب نہیں ہوئیں۔ بلکہ

اعتراض کا باعث

بن گئی ہیں۔ اسلام دفاع اور خود حفاظتی سے نہیں روکتا لیکن اسے جائز قرار نہیں دیتا۔ کہ بغیر دفاع کی حالت کے اور بغیر خود حفاظتی کی ضرورت کے یونہی کسی پر حملہ کر دیا جائے۔ مگر پچھلے دنوں دو واقعات ایسے ہوئے ہیں۔ جن میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ بعض مسلمانوں نے بعض ہندوؤں پر حملہ کیا۔ وہ مسلمان اپنے گھروں اور اپنے محلوں سے چلے۔ اور ہندوؤں کے محلوں اور ان کی دوکانوں پر جا کر انہوں نے حملہ کیا۔ اور اس طرح ان کو زخمی کیا۔ اور ایک کے متعلق تو کہا جاتا ہے کہ اُسے مار ڈالا۔ شائد وہ اپنے نزدیک (اگر انہوں نے یہ فعل کیا ہے۔) خیال کرتے ہوں گے۔ کہ انہوں نے

اسلام کی خدمت

کی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ بھی جو اسلام کی طرف سے تلوار چلانے کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ وہ بھی اب کھلے الفاظ میں ایسے لوگوں کے افعال سے حقارت اور نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور بعض مسلمانوں نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ ہم شرم کے مارے گردنیں اونچی نہیں کر سکتے۔ میں کہتا ہوں انہوں نے صحیح لکھا ہے۔ اور اگر واقعہ میں ان میں یہی احساس پیدا ہوا ہے کہ وہ شرم کے مارے گردنیں اونچی نہیں کر سکتے۔ تو میں یہ نہیں کہونگا کہ انہوں نے بُرا فعل کیا۔ بلکہ میرے لئے یہ اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ کہ جو شخص اسلام کی عزت کی حفاظت کی خاطر ایسا جوش رکھتا ہے

اور ہر وہ بات جو اسلام کی بدنامی کا موجب ہو۔ اس پر شرم محسوس کرتا ہے۔ تو یہ اس کی

اسلام سے محبت کی علامت

ہے۔

میں نے جب یہ واقعہ پڑھا۔ کہ اس طرح ایک ہندو پر حملہ ہوا ہے۔ تو اس وقت میں شملہ میں تھا۔ اس وقت میں نے ہر مجلس میں اس فعل پر

اظہار نفرت

کیا۔ ہندوؤں کے سامنے کم۔ صرف ایسے ہندوؤں کے سامنے جنہوں نے اس کے متعلق سوال کیا اور مسلمانوں کے سامنے زیادہ کیونکہ میرے نزدیک اس امر کی تعلیم کی ضرورت مسلمانوں کو تھی۔ کہ ان کے دلوں میں اسلام کی حمیت حمیت جاہلیتہ کے طور پر پائی جاتی ہے اس سے زیادہ نہیں میرا خیال ہے اس قسم کا دوسرا حملہ میرے قادیان میں آجانے کے بعد ہوا۔ اسے بھی میں نے سخت ناپسند کیا۔ درحقیقت ہمارا یہ حق تو نہیں۔ کہ یہ کہہ سکیں۔ کہ جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے حملہ کیا۔ وہ مجرم تھے یا نہیں۔ لیکن ایک بات ہے۔ جو کھٹکتی ہے۔ اور وہ ان کے اپنے بیانات ہیں۔ جو انہیں مجرم بناتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کی دشمنی کی وجہ سے جھوٹے گواہ بنا لئے جاتے ہیں۔ لیکن اس بات کے تسلیم کرنے میں یہ دقت ہے۔ کہ ان لوگوں کے اپنے بیانات ایسے ہیں۔ جو ان پر الزام لگاتے ہیں۔ پس اس حالت میں کہ وہ اپنی زبان سے ایک رنگ میں

اقرار جرم

کرتے ہیں۔ ہمارے لئے مشکل ہے۔ کہ ہم مجسٹریٹوں کے فیصلوں پر اعتراض کریں۔ یا انہیں غلط قرار دیں۔

بس جہاں تک ہماری عقل جاتی ہے۔ ہم

مجسٹریٹوں کے فیصلہ کی تصدیق

کرنے پر مجبور ہیں۔ اور یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ اگر فی الواقعہ ملزموں نے یہ فعل کیا ہے۔ تو نہایت ناپسندیدہ اور قابلِ اعتراض فعل کیا ہے۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ پچھلی تحریروں کی دشمنی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ہندوؤں کے اشتعال دلانے سے ایسا ہوا ہے۔ جیسا کہ ایک ملزم نے اپنے بیان میں کہا بھی ہے کہ میں دوکان کے پاس سے گذر رہا تھا۔ کہ ہندوؤں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کی۔ اور اس پر لڑائی ہو گئی۔ تو پھر ان کا جرم جرم نہیں رہتا۔ بلکہ

خود حفاظتی

ہو جاتی ہے۔ اگر کچھ لوگ کسی پر حملہ کر دیں۔ تو اس کے ہاتھوں کسی کا زخمی ہو جانا خود حفاظتی ہو گی۔ لیکن اس بات کو ان کے اپنے بیان ہی رد کرتے ہیں۔ اور جب تک ان کے وہ بیان موجود ہیں۔ جو انہوں نے عدالت میں دیئے۔ ہم مجبور ہیں یہ تسلیم کریں۔ ان کی خود حفاظتی کی حالت نہ تھی۔ بلکہ جیسا کہ مجسٹریٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے غلط خیال اور غلط عقیدہ کے ماتحت ایک

نادان کی دوستی

کے رنگ میں حملہ کیا۔ اور اسلام ایسے حملہ کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور میرے نزدیک ان کے فعل نے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہونچایا۔ بلکہ نقصان پہونچایا ہے کیونکہ دشمنوں کو یہ کہنے کا موقعہ مل گیا ہے۔ کہ اسلام ایسا مذہب ہے۔ جو جوش اور تشدد کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمان واقف ہیں۔ کہ ان کے

دشمنوں کی قلمیں

بہت تیز اور ان کی زبانیں بہت لمبی ہیں۔ وہ سینکڑوں انسانوں کے خون بہا کر اور ہزاروں گھروں کو جلا کر بہت سے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوائیں بنا کر اپنے قلموں کی تیزی اور اپنی زبانوں کی لمبائی کی وجہ سے دنیا میں مجرم قرار نہیں پائے۔ مسلمانوں کے پاس نہ قلمیں ہیں۔ نہ زبانیں۔ نہ روپیہ ہے۔ نہ رسوخ۔ اس لئے خواہ کوئی

شخصی جرم

ہو۔ ان کی قوم اور مذہب کا جرم سمجھا جاتا ہے۔ اور اعتراض ساری قوم اور مذہب پر کیا جاتا ہے۔

کمزور قومیں

ہمیشہ اس مصیبت میں مبتلا رہتی ہیں۔ کہ ہر قسم کے عیوب ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے

افراد کے عیوب

بھی ان کے مذہب اور قوم پر چسپاں کئے جاتے ہیں۔ یہی حال آج کل مسلمانوں کا ہے۔ کوئی فعل کوئی مسلمان کرے۔ اس کا الزام تمام مسلمانوں اور اسلام پر لگایا جاتا ہے۔ وہی فعل جو ہزاروں ہندو۔ ہزاروں سکھ اور ہزاروں عیسائی کر رہے ہیں ان کی قوم اور مذہب پر اس کا الزام عائد نہیں کیا جاتا۔ جب کوئی ہندو ایسا فعل کرتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے۔ ایک شریر نے ایسا کیا۔ جب ایک عیسائی وہ فعل کرتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے۔ ایک شخص نے ایسا کیا۔ جب ایک سکھ ایسا فعل کرتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے ایک سکھ نے ایسا کیا۔ لیکن جب مسلمان کہلانے والوں میں سے کسی سے ایسا فعل سرزد ہو۔ تو اس کے متعلق یہ عنوان رکھے جاتے ہیں۔ اسلامی گنڈے کا فعل۔ قرآن کی تعلیم کا نتیجہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیم کا اثر

عیسائیوں کے جرم

انجیل و توریت کی طرف منسوب نہیں کئے جاتے ان کے برے افعال کو حضرت مسیح علیہ السلام سے نسبت نہیں دیجاتی۔

ہندوؤں کے جرائم

ویدوں کی تعلیم کا نتیجہ نہیں بتایا جاتا۔ حضرت رام اور کرشن کی طرف منسوب نہیں کئے جاتے۔ سکھوں میں سے اگر کوئی جرم کرے تو گرنتھ صاحب کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ نہ سکھ گروؤں کی تعلیم کا اثر قرار دیا جاتا ہے۔ مگر

مسلمان کہلانے والوں کے جرم

قرآن کریم کی طرف اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مسلمان کمزور ہیں اور کوئی ان کی بات پوچھنے والا نہیں۔ مگر مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی

بے بسی اور بے کسی

کو سمجھتے ہوئے ایسے افعال سے بچیں۔ جن سے اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر ناواجب اور ناجائز حملہ کا دروازہ کھلتا ہو۔ وہ انسان جو ایک فرد کے جرم کو ساری قوم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ وہ ایک قاتل اور حملہ آور سے بھی زیادہ ظالم ہے۔ کیونکہ حملہ آور ایک انسان پر حملہ کرتا ہے۔ مگر اس نے ساری قوم پر حملہ کیا۔ اور

ساری قوم پر حملہ

کرنے کا جرم ایک انسان پر حملہ کرنے کے جرم سے بہت زیادہ وزن رکھتا ہے۔ میں وہ الفاظ نہیں پاتا۔ اپنی زبان میں اتنی قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنی گویائی میں یہ طاقت نہیں دیکھتا کہ جن الفاظ جس قدرت اور جس طاقت کے ساتھ ان لوگوں کے فعل پر حقارت اور نفرت کا اظہار کروں۔ جنہوں نے بعض لوگوں پر اس لئے حملہ کیا۔ کہ ان کا اس قوم سے تعلق تھا۔ جس کے افراد نے اسلام یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کی۔ یا جو ایسے لوگوں کے دوست اور مددگار تھے۔ لیکن اسی طرح بلکہ اس سے بڑھکر میں اپنے آپ کو اس بات کے ناقابل پاتا ہوں۔ کہ ان لوگوں کے فعل کی

تحقیر اور تذلیل

کر سکوں جنہوں نے افراد کے فعل کو اسلام کی طرف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ انہوں نے فرد پر حملہ کرنیوالوں کو برا کہا۔ مگر قوم پر حملہ کرنیوالوں کو برا نہ سمجھا۔ اگر حملہ کرنیوالوں کے متعلق ان کا جوش حقیقی اور مخلصانہ ہوتا۔ تو وہ ویسا ہی جوش ان کے خلاف بھی دکھاتے ہیں۔ جنہوں نے افراد کے الزام کو ساری قوم پر لگایا۔ ان کی غیرت اور جوش بتاتا ہے۔ کہ وہ حمیت جاہلیت کا جوش تھا۔ خدا کے لئے اور حق کے لئے نہ تھا۔ اگر ہندوؤں پر بعض افراد نے بلاوجہ حملہ کیا۔ تو یہ ان کی غلطی تھی۔ اسلام اور بانئ اسلام کیطرف اس کا منسوب کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہو سکتا اس غلطی کا وہی ذمہ دار ہے۔ جو ارتکاب کرتا ہے۔ اسے اگر اس دنیا میں شرم دامن گیر نہیں ہوتی۔ یا وہ سزا نہیں پایا۔ تو

مرنے کے بعد کی زندگی

میں جس کے ہندو بھی قائل ہیں۔ گو وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ مختلف جونوں میں جانا پڑتا ہے۔ اسے بدتریں جون میں ڈالا جائے گا۔ اور اگر حشر نشر کا عقیدہ صحیح ہے۔ اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے۔ جو اسلام نے پیش کیا ہے اس لئے اگر کوئی اس دنیا کی گورنمنٹ کی سزا سے بچ جائے۔ تو وہاں محفوظ نہ رہ سکیگا اگرچہ ہندوؤں کی یہ روش نہایت ہی افسوس ناک ہے۔ لیکن ہمیں ان کا معاملہ

خدا کے سپرد

کرنا چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اپنے لئے قتل کو حقارت کی نظر سے دیکھیں اور اگر کوئی اس کا مرتکب ہو تو اس سے ہمدردی نہیں ہونی چاہیئے۔ مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں۔ کہ اگر کسی کو خواہ مخواہ مجرم بنایا جائے تو مسلمان ہندوؤں سے اس لئے ہمدردی کا اظہار کریں۔ کہ اپنے اخلاق کی وسعت دکھائیں بعض لوگ منافق ہوتے ہیں۔ جو اپنی قوم پر جرم لگاتے ہیں۔ اور دعوے یہ کرتے ہیں۔ کہ ہم اخلاق کی اصلاح چاہتے ہیں مگر واقعات خود بخود بولتے اور ایسے لوگوں کے چہرے آپ ہی ان کی حالت بتا دیتے ہیں۔ مثلاً وہی شخص جسے

راجپال پر حملہ کرنے والا

کہا جاتا ہے۔ اپنے گھر بیٹھا ہوتا۔ اور راجپال اس پر حملہ کرتا اس وقت خود حفاظتی میں خود زخمی ہو جاتا۔ یا اسے زخمی کر دیتا اور مسلمان کہتے۔ اس نے بہت برا کیا۔ تو میں کہتا ایسے مسلمان

منافق ہیں۔ جو ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں پر الزام لگا رہے ہیں۔ اور اپنے نفاق کو اپنے بھائی کی دشمنی کے پردہ میں چھپا رہے ہیں۔ اور جسے وہ روشنی سمجھ رہے ہیں۔ وہ روشنی نہیں۔ بلکہ روغن قاز ہے۔ یا تارکول ہے۔ جس سے وہ اپنا چہرہ سیاہ کر رہے ہیں۔ لیکن جہاں بات بالکل عیاں نہ ہو۔ بلکہ کچھ اخفا ہو۔ وہاں

قوم کا فرض

ہے۔ کہ جو افراد پھنس گئے ہوں۔ ان کی مدد کرے۔ مثلاً جس طرح ایک شخص کا بیان ہے۔ میں پاس سے گذر رہا تھا۔ کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہوتی سنی اس پر میری ان سے لڑائی ہو گئی۔ یہ ایسا بیان ہے۔ جو امکان رکھتا ہے۔ کہ درست ہو۔ گو اس کے بعد کا بیان اسے مجرم بنانے کے لئے کافی ہے۔ مگر جہاں بیان کے درست ہونے کا امکان ہو۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ مدد کریں۔ اور جب تک جرم ثابت نہ ہو۔ امداد سے پہلو تہی نہ کریں۔ لیکن ایک جرم بالبداہت ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے راجپال نے کتاب شائع کی۔ اور ہندوؤں نے اس کی مدد کی۔ یہ ظالمانہ فعل کیا۔ اسی طرح اس قسم کا کیس جس طرح کا سوامی شردھانند کا تھا۔ اس میں مدد کرنا میں نامناسب سمجھتا ہوں۔ اس مقدمہ میں

ایک احمدی بیرسٹر

بلائے گئے جس پر میں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ کم از کم میرے نزدیک ملزم کا جرم ثابت تھا۔ ایک مرا ہوا آدمی پایا گیا۔ عین اس موقعہ پر ملزم کو پکڑا گیا۔ جس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اور اسی پستول کی گولیاں مقتول کے جسم سے نکلیں۔ ایسی حالت میں کون امید کر سکتا ہے۔ کہ سوامی شردھانند کے رشتہ داروں نے انہیں خود مار کر ایک شخص کو پکڑ لیا۔ یہ عقل کے خلاف ہے۔ ملزم کا وہاں ہونا۔ عین موقعہ پر پکڑا جانا۔ اس کے ہاتھ میں پستول ہونا۔ پستول کی گولیوں کا مقتول کے جسم سے نکلنا یہ ایسے واقعات نہیں ہیں۔ کہ جرم ثابت نہ ہو۔ ایسی مثال میں مجرم کی مدد کرنا میرے نزدیک جائز نہیں ہاں

عدالت کا فرض ہے

کہ اس کے لئے وکیل مقرر کرے۔ تاکہ کیس ان ڈیفنڈ نہ رہے۔ لیکن جہاں ایسا کھلا کیس نہ ہو۔ جیسا کہ راجپال اور عبدالرشید کا تھا۔ وہاں مسلمانوں کا حق ہے کہ ملزم کی مدد کریں۔

پس میرے نزدیک یہ غلطی ہوئی۔ کہ پیشتر اس کے کہ لاہور کے مقدمات میں مجرم ثابت ہوتا۔ ملزموں کو اپنی حفاظت کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ اور ان کی طرف سے وکیل مقرر نہیں کیا گیا۔ صرف ایسے واقعات کا جمع ہو جانا جن سے

جرم کا اشتباہ

ہو۔ مجرم قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہوا کرتا۔ اور اس کے ساتھ ملزم کے دفاع کے حقوق نہیں جاتے رہتے۔ لیکن ارتکاب جرم کے یقین تک پہنچنے کے بعد مجرم کی مدد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور لاہور کے جو دونوں ملزم تھے۔ ان کے متعلق یقین کا موقعہ نہ تھا۔ یقین اسی وقت ہوا۔ جب مجسٹریٹ نے تحقیقات کی۔ میرے نزدیک

مسلمان وکلاء سے غلطی

ہوئی۔ کہ وہ ان ملزموں کی مدد کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ اور پھر دوسری غلطی یہ ہوئی۔ کہ انہوں نے کھڑے نہ ہونے پر فخر کیا۔ انہیں مقدمہ کے شروع ہونے کے وقت ضرور امداد دینی چاہیئے تھی۔ ہاں جب جرم ثابت ہو جاتا۔ تو مقدمہ چھوڑ سکتے تھے۔ جن واقعات کا اس وقت ذکر ہے۔ ان میں الزام ثابت نہ ہوا تھا۔ کہ

قانونی امداد

نہ دی گئی۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ بیسیوں ایسے لوگ پکڑے جائینگے۔ جنہوں نے کوئی جرم نہ کیا ہوگا۔ مگر مسلمان ان کی امداد کرنا چھوڑ دیں گے۔ اور وہ مصائب اور آلام میں گرفتار ہو جائیں گے۔ میرے نزدیک یہ

بہت بڑی غداری

ہوگی۔ جب کسی کے اپنے بیان سے جرم ثابت ہوتا ہے۔ تو اس کی امداد کرنا ظالمانہ فعل ہے۔ لیکن جب تک جرم ثابت نہ ہو۔ بغیر مدد کے چھوڑ دینا قومی غداری ہے۔ باقی یہ کہنا کہ ان مقدمات میں

سزا سخت

دی گئی ہے۔ اگر جرم ثابت ہے۔ تو پھر سزا سخت نہیں۔ میرے خیال میں اس سے بھی سخت ہونی چاہیئے تھی۔ کوئی وجہ نہیں کہ بغیر اشتعال اور بغیر خود حفاظتی کے کسی کو قتل کیا جائے یہ بہت بڑا ظالمانہ فعل ہے۔

کسی نے مجھ سے کہا ان مجرموں کو بہت سخت سزا دی گئی ہے۔ میں نے کہا ذرا اپنے اوپر قیاس کر لو۔ اگر تمہارے کسی آدمی پر حملہ ہو۔ تو تم حملہ آور کے لئے کیسی سزا چاہو گے۔ غرض جب تک جرم ثابت نہ ہو۔ ملزموں کی مدد کرنا قومی فرائض میں سے ہے۔ نہ کہ قومی رعایت۔ ہاں جب جرم ثابت ہو جائے۔ تو مدد کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

ہمارا نقطۂ خیال

یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کا جرم شروع میں ثابت نہ تھا۔ اس وقت ان کو مسلمانوں کی طرف سے قانونی مدد ملنی چاہیئے تھی۔ اگر انہوں نے خود کسی کو وکیل کھڑا نہیں کیا۔ تو یہ ان کا کام تھا لیکن اگر انہوں نے وکیل کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ مگر کسی نے ان کا مقدمہ لینا منظور نہ کیا۔ تو انکار کرنے والوں نے قومی غداری کی۔ اور سزا کے متعلق ہماری یہ رائے ہے۔ کہ جہاں ایسے جرم ثابت ہو جائیں۔ وہاں ضرور سخت سزا دینی چاہیئے۔ تاکہ دوسروں کے لئے

عبرت کا موجب

ہو۔ اور نادان لوگ قوم کو بدنام نہ کریں۔ اس میں اسلام اور مسلمانوں ہی کا فائدہ ہے۔ کہ دوسرے سخت سزاؤں سے ڈر کر اس قسم کے افعال کے مرتکب نہ ہونگے۔ اور مسلمانوں کے لئے بدنامی کے سامان نہ پیدا کریں گے۔ ہمیں جو کچھ کہنا چاہیئے وہ یہ ہے۔ کہ وہ مجرم تھے یا نہیں۔ ہمیں اس کے لئے اپیل یا دوسرے طریقوں سے کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن جب جرم ثابت ہو جائے۔ خواہ شریعت کے قانون کی رو سے یا گورنمنٹ کے قانون کے ماتحت۔ تو اس صورت میں سزا کو سخت نہیں کہینگے ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ جرم ثابت نہیں۔ پھر سزا کیوں دی گئی۔ لیکن جب جرم ثابت ہو۔ جیسا کہ میرے نزدیک یہاں ثابت ہے۔ (میں یہ نہیں کہتا کسی اور کے نزدیک بھی ثابت ہے۔ یا نہیں) تو پھر ضروری ہے کہ سزا سخت ہو۔ بلکہ ایسے لوگوں نے چونکہ اسلام کو بدنام کیا ہے۔ اس لئے ہماری خواہش ہے۔ کہ اور بھی سخت ہو۔ ان لوگوں نے نہ صرف اسلام کو بدنام کیا ہے۔ بلکہ ان کے افعال کا ایک اور

نہایت خطرناک نتیجہ

یہ نکلا ہے۔ کہ بہت سے مسلمان ڈر گئے ہیں۔ اور انہوں نے وہ جدوجہد چھوڑ دی ہے۔ جو اپنی اصلاح اور ترقی کے لئے شروع کی تھی۔ اور جس کی بنیاد میرے ذریعہ پڑی تھی مسلمان اسے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ان واقعات کو دیکھکر کہ مسلمان پکڑے گئے اور ان کو سزائیں ملیں۔ کمزور طبائع یونہی ڈر گئی ہیں۔ کہ ہم بھی کہیں پکڑے نہ جائیں۔ اور کسی مصیبت میں پھنس نہ جائیں۔ ورنہ جو امن کے ساتھ رہتا اور خود حفاظتی کرتا ہے اسے کون پکڑ سکتا۔ اور کون سزا دے سکتا ہے۔ اور اسے ڈرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دشمنی اور عداوت کی وجہ سے بے گناہ بھی پکڑے جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اس طرح پکڑنے کی وہ لوگ کوشش کریں گے۔ جن کو مسلمانوں کی جائز جدوجہد سے نقصان پہنچیگا۔ اور جن کے وہ فوائد بند ہو جائیں گے۔ جو مسلمانوں سے حاصل کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے۔ اگر کوئی زمیندار کسی کی زمین پر پانچ چھ سال قابض رہے۔ اور جب زمین والا اس سے زمین مانگے۔ تو غصہ اور ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ مگر ہندوؤں نے تو سینکڑوں سال سے

مسلمانوں کے حقوق اور اموال پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ وہ اب کیوں ناراض نہ ہوں گے۔ مگر اس سے

مسلمانوں کو ڈرنا نہیں چاہیئے

لیکن جیسا کہ مجھے اطلاعیں پہونچ رہی ہیں۔ مسلمان اب ڈر گئے ہیں۔ اور خیال کرنے لگ گئے ہیں۔ کہ یونہی گورنمنٹ پکڑ کر انہیں جیلوں میں ڈال دیگی۔ گورنمنٹ بھی انسانوں پر مشتمل ہے۔ اور وہ بھی غلطی کر سکتی ہے۔ مگر یہ بھی تو ہے کہ گورنمنٹ میں سب راجپال نہیں بیٹھے ہوئے۔ بہرحال

قانون موجود ہے

ایک غیر قوم حکمران ہے جو عقلمند ہے۔ معاملات کی تہ تک پہونچ سکتی ہے۔ بے شک گورنمنٹ کے محکموں میں ہندوؤں کا رسوخ ہے۔ ان کی کثرت ہے۔ مگر ہر معاملہ کی تحقیقات ہوگی ثبوت پیش کئے جائیں گے۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ مگر کمزور طبائع بھی ہوتی ہیں۔ وہ ڈر گئی ہیں۔ اس طرح ان مجرموں نے اس کام میں روک ڈال دی ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنے افعال سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ بلکہ ہندوؤں کو فائدہ پہنچایا ہے کیونکہ کسی قوم کے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لئے اس کی

مظلومیت کے واقعات

بڑے مؤثر ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھو۔ حضرت مسیح کی مظلومیت ۱۹ سو سال سے ان کو قوت اور طاقت دے رہی ہے۔ اسی طرح شیعوں کو دیکھو۔ حضرت امام حسین کی شہادت نے ان کو کس قدر تقویت دی ہے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا۔ تو ان کو یہ ترقی حاصل نہ ہو سکتی۔ تو مظلومیت کی حکایت کمزور قوم کو بھی طاقت ور اور زبردست بنا دیتی ہے پس یہ واقعات جو ہوئے اسلام کے لئے مضر اور ہندوؤں کے لئے مفید ہیں۔ کسی نے کہا ہے۔ خدا مجھے نادان دوستوں سے بچائے۔ میں

مسلمانوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ ایسے واقعات کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھیں۔ تاکہ آئندہ کسی اور کو جرأت نہ ہو۔ ہاں جب تک جرم ثابت نہ ہو۔ اس وقت تک چھوڑ دینا غداری ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ ملزم بے گناہ ہو۔ اس نے جرم نہ کیا ہو۔ اس وقت ہمدردی اور امداد سے انکار کرنا قومی غداری ہے اگر انہوں نے خود مدد نہیں مانگی۔ تو پھر مدد دینے والوں کا قصور نہیں۔ لیکن مدد مانگنے پر مدد نہ دینے والے ضرور قصوروار ہیں۔ اور اگر انہوں نے مدد مانگی نہیں۔ تو پھر یہ فخر کرنا کہ ہم نے ان کو مدد نہیں دی۔ یہ نادرست ہے۔ لیکن جب جرم ثابت ہو گیا۔ اس وقت یہ کہنا کہ سزا سخت ہے۔ ناجائز ہے۔ میرے نزدیک سزا اور سخت دینی چاہیئے تھی۔ تاکہ آئندہ لوگ ایسے جرائم نہ کریں۔ یہ بات

اسلام کے لئے مفید

اور ہندوؤں کے لئے مضر ہے۔ جتنی سزا ہوگی۔ اتنی ہی ہندوؤں کے لئے مضر ہوگی۔ کیونکہ اس طرح ان کا غصہ کم ہو جائے گا۔ کہ انتقام لے لیا گیا۔ مگر ہمارے لئے مفید ہوگی۔ میں ہر طرح اخلاقی۔ طبعی۔ سیاسی اور تمدنی طور پر غور کرنے سے اسی نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ کہ بزدلوں سے ایسے افعال ہوتے ہیں کوئی بہادر اور دلیر انسان ایسا نہیں کرتا۔ اس لئے ایسے لوگ سختی سے ڈر بھی جلدی جاتے ہیں اور ان کے ڈرنے سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ ایسے واقعات نہ ہوں گے۔ پس

اسلامی نقطۂ نگاہ

سے تو ہم یہی کہیں گے۔ کہ اور بھی زیادہ سزا ہو۔ باقی قانون جو سزا دے سکتا ہے۔ حکام اتنی ہی دیں۔ میں

دعا

کرتا ہوں کہ خدا تعالے مسلمانوں کو توفیق دے۔ کہ وہ اسلام کی خدمت ایسے مستقل طریق سے کریں۔ جس میں تزلزل نہ واقعہ ہو۔ ان کا استقلال اور ثبات نہ جائے۔ وہ ایسے کاموں میں دخل نہ دیں۔ جو شریعت کے خلاف ہوں۔ انہیں اتنا تو سوچنا چاہیئے۔ کیا شریعت ہمیں بے بس چھوڑ دے گی۔ اور اسلام بغیر ہتھیار چھوڑ دے گا۔ ہر جرم کو روکنے کے لئے اسلام میں شرافت اور امن کے ساتھ استعمال کرنے والے ذرائع موجود ہیں۔ مثلاً

تمدنی ترقی

کا ذریعہ ایسا ہے۔ کہ اس سے ہم اس قوم کی آنکھیں کھول سکتے ہیں۔ جو ہمارے مذہب پر ناپاک حملے کرتی ہے۔ ایسے ذرائع کو چھوڑ کر فساد پھیلانے والے طریق اختیار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالے مسلمانوں کو صحیح ذرائع سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ جو اسلام کی ترقی کے لئے مفید ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔ جو اپنے نفسانی جوش کے ماتحت اسلام کی بدنامی کا موجب ہو جاتے ہیں ؎

وصیت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

میں جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وصیت کی تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سے انعامات وابستہ ہیں۔ ابھی تک جنہوں نے وصیت نہ کی ہو۔ وہ کر کے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت دیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ جو شخص وصیت نہیں کرتا۔ مجھے اس کے ایمان میں شبہ ہے پس وصیت معیار ہے ایمان کے کامل ہونیکا۔ مگر ۱/۱۰ حصہ کی وصیت اقل ترین معیار ہے یعنی یہ تھوڑے سے تھوڑا حصہ ہے۔ جو وصیت میں لیا جا سکتا ہے۔ مگر مومن کو یہ نہیں چاہیئے۔ کہ چھوٹے سے چھوٹے درجہ کا مومن بننے کی کوشش کرے۔ بلکہ بڑے سے بڑے درجہ کا مومن بننا چاہیئے۔ یہ درست ہے کہ رشتہ داروں اور لواحقین کو مدنظر رکھ کر کہا گیا ہے۔ کہ ۱/۳ حصہ سے زیادہ وصیت میں نہ دے لیکن یہ نہیں کہا گیا۔ کہ ۱/۱۰ حصہ سے زیادہ نہ دے۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ اکثر دوست ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرنے پر کفایت کرتے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید ان کا یہ خیال ہو کہ وصیت کا مفہوم ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرنا ہی ہے۔ حالانکہ یہ ادنیٰ مقدار بیان کی گئی ہے۔ اور مومن کے لئے یہی بات مناسب ہے کہ جس قدر زیادہ دے سکے دے۔ ایمان اور مومن کی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے تو یہی ہونا چاہیئے۔ جو وصیت کرے ۱/۳ حصہ کی وصیت کرے۔ ہاں جو اتنا حصہ مجبوراً نہ دے سکے۔ وہ اس سے کم دے۔ پس میں وصیت ۱/۳ حصہ کا نام ہے۔ ہاں جو یہ نہ دے سکے وہ اس سے کم ... میں امید کرتا ہوں۔ کہ تمام احباب حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں پوری کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔ یعنی جنہوں نے وصیت نہ کی ہو۔ وہ ضرور وصیت کریں ؎ شیر علی ناظر مقبرہ بہشتی قادیان

ریویو!

اسلامی کہانیاں:۔ اسمیں مسلمان بچوں کیلئے تاریخ اسلام کا خلاصہ نہایت آسان اور دلچسپ کہانیوں کی شکل میں درج کیا گیا ہے اردو میں اپنی قسم کی یہ پہلی کتاب ہے۔ اس کی زبان اتنی آسان اور سلیس ہے کہ تیسری جماعت کا بچہ اسے بخوبی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ آجکل بچوں کو اپنی قومی روایات اور گذشتہ تاریخ سے واقف کرانے کی جسقدر اشد ضرورت ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ قیمت فی جلد ۸ مجلد ۱۰
پھولوں کی ڈالی بہت چھوٹے بچوں کیلئے نصیحت آمیز آسان سلیس اور دلچسپ نظموں کا خوبصورت مجموعہ ہے۔ نظمیں ہر مذہب و ملت کے بچوں کے لئے یکساں مفید اور خالص اخلاقی ہیں۔ چھوٹے بچوں کیلئے آجتک نظموں کے جتنے مجموعے اردو میں شائع ہوئے ایمیں غالباً یہ سب سے بہتر انتخاب ہے۔ پنجاب اور ممالک متوسط و برار کی تمام

بہائی مذہب کے الہامی معمے

۵

روح الحق کون ہے؟

ازجناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل

ایک مرتبہ عبد البہاء (ابن بہاء اللہ) سے سوال ہوا۔ کہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی بابت جو خبر دیگئی ہے وہ کیا ہے؟ تو عبد البہاء نے جواب دیا۔ کہ

"ازجملہ مواضعے کہ در انجیل ذکر حضرت احمدی شدہ در انجیل یوحنا باب شانزدہم از آیہ ہفتم تا آیہ پانزدہم است۔ کہ بافصیح عبارت و اوضح اشارت بیان مے فرمائید" دیکھو مکاتیب عبد البہاء جلد ۲۔ صفحہ ۵۸) کہ منجملہ ان مقاماتِ انجیل کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ انجیل یوحنا باب ۱۶ آیۃ ۷ تا ۱۵ ہے۔ جس میں بہت فصیح عبارت اور بہت واضح اشارات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

اصل عبارت

لکنی اقول لکم الحق انہ خیر لکم ان اذہب لانہ ان لم انطلق لا یاتیکم المعزی ولکن ان ذہبت ارسلہ الیکم ومتی جاء ذاک یبکت العالم علی خطیئتہ وعلی بر وعلی دینونۃ (تا آنکہ میفرماید) لی امور کثیرۃ لاقول لکم ولکن لا تستطیعون ان تحتملوا الآن اما متی جاء ذاک روح الحق فہو یرشدکم الی جمیع الحق لانہ لا یتکلم من نفسہ بل کلما یسمع یتکلم بہ ویخبرکم بامور آتیۃ" دیکھو مکاتیب عبد البہاء جلد ۲ صفحہ ۵۸-۵۹

ترجمہ

میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا" تم پاس نہ آویگا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائیگا۔ گناہ سے اسلئے کہ وے مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی سے اسلئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم اُنکی برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب وہ یعنے روح حق آوے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سُنے گی سو کہے گی۔ اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گی" پھر مکاتیب عبد البہاء جلد ۲۔ صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے۔ کہ "در مواضع دیگر نیز بسیار اشارات ظہور احمدی واضح است"۔ کہ اور بھی بہت سے مقامات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی بابت کھلے کھلے اشارات پائے جاتے ہیں"۔ لیکن جب عبد البہاء امریکہ میں پہونچے۔ اور واشنگٹن کے ایک گرجا میں جاکر تقریر کی تو وہاں پر انہوں نے اپنے اس بیان کے بالکل مخالف یہ بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح نے جس روح الحق کی پیشگوئی کتاب یوحنا میں بیان فرمائی تھی۔ وہ روح الحق میرزا حسین علی صاحب بہاء ہیں۔ چنانچہ بدائع الآثار سفرنامہ عبد البہاء (مرتبہ میرزا محمود زرقانی بہائی جو عبد البہاء کی نظر ثانی کے بعد طبع ہوا ہے) کی جلد اول صفحہ ۴۳-۴۴ میں اس کے متعلق عبد البہاء کے یہ الفاظ شائع ہوئے ہیں:-

"بارے حضرت مسیح میفرمایند وقتے کہ آن روح الحق بیاید۔ تمام حق را بجہت شما میگوید و باز میفرمایند گفتنی بسیارے ہست۔ کہ حال شما استعداد شنیدن آنہا را ندارید۔ اماچوں آں روح الحق آید از برائے شما تمام را بیان خواہد کرد۔ حال قرنے است کہ آں روح الٰہی ناطق شد و تمام حق را ظاہر نمود"

کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو یہ فرماتے ہیں۔ کہ جب وہ روح الحق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی۔ اور بہت سی باتیں کہ جن کے سننے کی تم اسوقت برداشت نہیں کرسکتے۔ وہ ان سب کا پورا بیان کرے گی"۔ سو اب وہ زمانہ ہے جس میں اس روح حق نے کلام کیا ہے۔ اور ساری سچائیوں کو ظاہر کیا ہے۔ یعنے وہ روح الحق میرزا حسین علی صاحب بہاء ہیں۔ جیسا کہ عبد البہاء نے مکاتیب جلد ۳ صفحہ ۲۵۰-۲۵۱ میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ کہ "در ظہوراتِ سابقہ جسم علیل عالم تحمل علاج قوی فائق نداشت اینست کہ حضرت مسیح فرمود امور بسیارے است کہ لازم است بیان شود ولکن حال شما استعداد شنیدن و استماع نشود ولکن چوں آں روح تسلی دہندہ کہ پدر میفرستد بیاید حقیقت را از برائے شما بیان کند لہذا دریں عصر انوار تعلیم خصوصی عمومی گردید" کہ گذشتہ مظاہر کیوقت دنیا کا بیمار جسم زیادہ طاقتور علاج کی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس سبب سے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ بہت سی اور باتیں ہیں۔ جو بیان کرنی ضروری ہیں۔ پر اسوقت تم ان کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن جب وہ تسلی دہندہ (روح الحق) جسکو میرا باپ بھیجیگا آئیگی عبد البہاء کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ اس موجودہ زمانہ میں بجائے تعلیم خصوصی کے تعلیم عمومی کی روشنی عام ہوگئی ہے " مطلب کہ حضرت مسیح کی پیشگوئی جو انجیل یوحنا میں بیان ہوئی تھی وہ اس زمانہ میں پوری ہوئی ہے۔ اور وہ تسلی دینے والی (روح حق) بہاء اللہ ہیں۔

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ عبد البہاء کے یہ دونوں بیان متضاد ہیں۔ کیونکہ مکاتیب عبد البہاء جلد ۲ صفحہ ۵۸ میں تو عبد البہاء نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ انجیل یوحنا کی پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بدائع الآثار جلد ۱ صفحہ ۴۳-۴۴ اور مکاتیب جلد ۳ صفحہ ۲۵۰-۲۵۱ میں عبد البہاء نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی بہاء اللہ کے متعلق ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ بہ اعتقاد اہل بہاء جب عبد البہاء معصوم عن الخطاء ہیں۔ اور جیسا کہ مکاتیب عبد البہاء جلد اول صفحہ ۱۵۰ میں عبد البہاء نے خود دعوے کیا ہے۔ "ان کا ہر بیان حقیقت اور واقع کے مطابق ہوتا ہے" تو اُس تسلی دہندہ (روح الحق) کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں ان کے بیان میں یہ صریح تناقض کیوں پایا جاتا ہے۔ یا تو بہائیوں کو یہ قبول کرنا چاہیئے۔ کہ عبد البہاء معصوم عن الخطاء نہیں ہیں اور اُن کے بیانات میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ اور یا یہ بتانا چاہیئے کہ عبد البہاء کے ان دونوں بیانات میں جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ کس طرح رفع ہوسکتا ہے۔

مگر جواب دیتے وقت بہائیوں کو یہ امر بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ انجیل یوحنا کی اس پیشگوئی کا مصداق خود بہاء اللہ نے کس کو قرار دیا ہے؟ اگر تو بہاء اللہ خود اس پیشگوئی کا مصداق بننے کے مدعی ہیں۔ تو پھر عبد البہاء کا یہ کہنا غلط ہوگیا۔ کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اگر عبد البہاء کا یہ کہنا غلط نہیں ہے بلکہ صحیح ہے تو پھر بہاء اللہ اور عبد البہاء کا یہ کہنا غلط ہوگیا۔ کہ اس کا مصداق بہاء اللہ ہیں۔ بہرحال عبد البہاء یا بہاء اللہ دونوں میں سے جس کو بھی غلطی پر مانا جائیگا بہائی اصول سے اُن کا یہ دعوے معصومیت ٹوٹ جائے گا۔ کہ وہ غلطی نہیں کرسکتے۔ روح الحق کی پیشگوئی کے متعلق خود بہاء اللہ نے کیا لکھا ہے اور اس پر کیا اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اس کا بیان میں انشاء اللہ دوسرے موقعہ پر کرونگا۔

اعلان

احباب کی اطلاع کیلئے لکھا جاتا ہے۔ کہ برادرم منشی احمد جان صاحب نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے مندرجہ ذیل مقامات کا دورہ کرینگے مقامی دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اُنکے کام میں تمام ضروری سہولتیں مہیا کر کے ان کے ممد و معاون ہوں۔ مقامات یہ ہیں:- کانپور۔ مرادآباد۔ بریلی شاہجہانپور۔ الہ آباد۔ بنارس مغلسرائے۔ سیتاپور۔ جھانسی۔ شاہ آباد چندوسی وغیرہ

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

اقتباسات

احمدی جماعت کی کوششیں

یہ واقعہ ہے اور اس پر کوئی پردہ نہیں ڈال سکتا۔ کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے صرف احمدی جماعت ہی اسبات کا دعوے کر سکتی ہے۔ کہ اس نے فتنۂ ارتداد کا مقابلہ ہر حیثیت سے اچھا کیا۔ اور خوب کیا۔ اور اس سے زیادہ بہتر اور صحیح طریق پر ناموس رسول کریم صلعم کی حفاظت کے لئے جہادِ اکبر بھی کسی دوسری جماعت نے نہیں کیا۔ فرداً من الافراد کا ذکر نہیں۔ کیونکہ حضرت خواجہ حسن نظامی اپنی ذات خاص سے کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ یورپ اور افریقہ اور امریکہ میں جو خدمات اسلام یہ جماعتیں کر رہی ہیں ان کا ذکر بے سود ہے۔ ہندوستان ہی میں جو کام ہو رہا ہے اور جیسا ایثار اور ہمت بلکہ اولوالعزمی یہ لوگ دکھا رہے ہیں۔ باعث صد ہزار ممنونیت قوم مسلم ہے۔

حال میں صوبہ متوسط کے دارالصدر ناگ پور میں اس جماعت کے ایک فرد واحد نے جو ثبوت اپنی ہمت و ایثار کا دیا ہے اس کی مفصل کیفیت الفضل قادیان نے ۱۲ اگست کو لکھی ہے۔ ایک صاحب ایثار کی کوشش اور محنت کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ جلسہ ہوا اور بارش زور شور کی ہوتی رہی۔ پانی میں سب بھیگتے رہے جن کے پاس چھتریاں تھیں۔ چھتریاں اتار دیں اور ریزولیوشن پیش کئے۔ پاس کئے تقریریں کیں۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ مسلمان اپنے پیشوا اور اپنے امام جماعت کے حکم کی تعمیل میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور اس موقعہ پر قابل تحسین تمام فرقوں کے مسلمان ہیں جنہوں نے اختلاف کو چھوڑ کر خدا کے حکم پر تمسک کیا۔ اور رہنمائے اسلام امین کامل صادق پاک باز حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ناموس کی حفاظت کیلئے ایک مرکز پر جمع ہوگئے اور یہی خدا کا حکم ہے۔ قرآن پاک میں بار بار اس کی تاکید مسلمانوں کو ہے۔ کہ تفرقہ نہ پیدا کرو فرقہ بندی کو چھوڑ دو اور جب ایک ہو جاؤ گے۔ تو غیر مسلم فرقے تم کو نقصان نہیں پہونچا سکتے۔

ہم جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ وہ سچا کام خدمت اسلام کا انجام دے رہی ہے۔ اسوقت ہندوستان میں کوئی جماعت اتنا اچھا اور ٹھوس کام نہیں کرتی۔ کہ وہ ہر موقعہ پر مسلمانوں کو حفاظت اسلام و بقائے اسلام کیلئے توجہ دلاتی رہتی ہے۔ باوجود اختلاف عقائد کے ہمارے دل پر اس جماعت کے [illegible] اثر ہے اور آج سے نہیں۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے زمانے سے اس وقت تک ہم نے کبھی اس کے خلاف کوئی حرف زبان سے اور قلم سے نہیں نکالا۔

(”مشرق“ یکم ستمبر ۱۹۲۷ء)

جماعتِ احمدیہ کی خدمات اور شیعہ اخبار

احمدی جماعت قادیان کے بہت سے اشتہارات و نوٹس دفتر میں بغرض اندراج درنجف موصول ہوئے ہیں جنہیں بوجہ عدم گنجائش درج نہیں کیا گیا۔ ہمیں اس فروگذاشت پر افسوس ہے۔

جماعت مذکورہ کی خالص اسلامی خدمات کا اعتراف نہ کرنا پرلے درجے کی بے حیائی ہے۔ امرتسر کے ایک ڈھیٹ اخبار (اہلحدیث) نے ان کی نیت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے بے جا جھک ماری ہے۔ تعجب ہے۔ کہ جو لوگ باعث ایجاد خلق فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی رنگ میں بھی عالم خفیات و غیب نہیں مانتے۔ وہ قادیانیوں کی نیت اور ارادہ سے کس طرح آشنا ہو سکتے ہیں۔

اگر قادیانی جماعت کا نصب العین اس سے احمدیہ تبلیغ ہے اور وہ دین خدا کی خدمت کر کے مسلمانان عالم پر اپنا اثر ڈالنا چاہتی ہے۔ تو بسم اللہ چشم ما روشن دل ما شاد۔ کیونکہ ان کا اثر نتیجہ ہوگا خدمات اسلام کا۔ پس ہر ایک ہمدرد ملت بیضا کو اس امر کا حریص ہونا چاہیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ اگر ان کی سرگرمی میں ہی تبلیغ احمدیت ہے۔ نیز اگر کفار کا مقابلہ اور باہمی کشمکش سے احتراز و اجتناب۔ باہم آویزیوں سے نفرت دعوت اتحاد پر زور دینا وغیرہ امور کو ہی مسلم پبلک بنظر پسندیدگی دیکھتی ہے تو پھر بجائے اس کے کہ اس عمل خیر پر کاربند ہونیوالوں کی نیت پر حملے کئے جائیں۔ کیوں نہ وہی وتیرہ خود اختیار کیا جائے جو لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ قادیانیوں نے مسلم پبلک سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے یہ روش اختیار کی ہے۔ تو وہ خود ہی ووٹ حاصل کریں۔

درنجف خالص اسلامی خدمات بجا لانے والوں کا معترف ہے اور یہ اس کا آزادانہ اعلان منظور ہو۔ لعنت ہے اس جماعت عوام کالانعام پر جو تعصب کے جوش سے نیکی کو بھی بدی سے تعبیر کرے۔ ہاں جب قادیانی جماعت ہمارے مقابلہ میں احقاق حق وابطال باطل کا دروازہ کھولیگی۔ اسوقت ہم ہونگے اور وہ۔ رہی نیت۔ سو واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ھو۔

(”درنجف“ ۲۸ اکتوبر)

ترکان کمالی اور مسلمانان ہند

چند توقعات تھیں۔ جو ترکوں کی ذات سے وابستہ تھیں اور آل عثمان کی عظمت۔ فاتح قسطنطنیہ کی یادگار سمجھ کر ہم خیال کرتے تھے۔ کہ موجودہ ترکی قوم مذہب کے ساتھ یہ مذاق نہ کریگی جو منصب خلافت اور خلافت کے ساتھ کیا گیا ہے الغائے خلافت کے بعد بھی یہ خیال تھا۔ کہ ترکان کمالی بہت جلد اپنی غلطی محسوس کریں گے۔ اور کوئی صورت ایسی پیدا کریں گے جو جملہ مسلمانان عالم کے مرکزی اجتماع میں ممد و معاون ہو اور ایک سیاسی اور فرمانروایانہ مرکزیت قائم کرنے میں کامیاب ہوتی لیکن یہ امید تو کیا پوری ہوتی۔ بلکہ گردش روزگار نے نامرادی کے مردہ جسم میں تازہ روح پھونک دی اور ترکان کمالی جدائی اور فراق کی حدوں سے بھی آگے بڑھکر اپنے اور مسلمانان عالم کے درمیان ناقابل عبور فاصلہ پیدا کر بیٹھے۔ یعنی غازی مصطفےٰ کمال نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ ”ملت اور مذہب دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ ابتداً مذہب کو ترکی سلطنت کا ایک شعبہ قرار دیکر جدید اور عتیق عہد میں ایک رشتہ قائم کر لیا تھا۔ اب اس رشتے کو بھی منقطع کیا جاتا ہے۔ ترکی حکومت کا کوئی مذہب نہیں بلکہ ترکوں کو اختیار ہے کہ وہ جس مذہب پر چاہیں۔ اپنے دینی عقائد کی بنیاد رکھ لیں“۔

یہ اُس تقریر میں فرمایا گیا ہے جس پر ترکی جدید کی تاریخ کا دار و مدار ہے۔ یعنی مصطفےٰ کمال پاشا کی وہ ہشت روزہ تقریر جس کی عرصہ سے دنیا کے اندر دھوم تھی۔ اور جو آئندہ چلکر جمہوریہ ترکیہ کا دستور اساسی بننے والی ہے گویا یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ حکومت ترکیہ کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں وہ صرف ”ملت“ ہے۔ جسکا نام ملت ترکیہ ہے۔

ہم ان غیر متوقع حوادث پر بار ہا مسلمانان ہند کی خدمت میں یہ عرض کر چکے ہیں۔ کہ اللہ کریم کی طرف سے عبرت کے تازیانے ہیں۔ جو تمہاری تن آسانیوں اور غفلت پرستیوں کی پشت و شکم پر لگائے جا رہے ہیں۔ تم نے افغانستان اور ترکی کے تاجداروں سے اپنی امیدیں وابستہ کر کے اپنی فلاح کا دار و مدار ان کی دور افتادہ جد و جہد پر رکھا اور اپنے قوائے عملی کو کمزور کر لیا۔ آج اُس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔

اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ ان حقائق پر غور فرمایئے۔ کہ آج دنیائے اسلام آپ سے کنارہ کشی کر رہی ہے۔ اور باوجود آپ کی محبت اور تمنائے اخوت کے آپ کو ملزم بنا رہی ہے۔ ایسی حالت میں یہ آپکا اولین فرض ہے۔ کہ اپنی حالت پر غور کریں اور تمام مضمحل قوائے عملی کو بیدار کر کے ان الزامات کو دور کریں۔

(”مدینہ“ ۲۸ اکتوبر)

وصیت نمبر ۲۶۹۵

میں مسماۃ کرم نشاں زوجہ شیخ عطا اللہ خاں صاحب ککے زئی عمر ۵۰ سال۔ ساکن دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور کی ہوں جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق $\frac{9}{27}$ ۱۸ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد ایک مکان واقعہ دھرم کوٹ بگہ ہے۔ جو مجھے خاوند نے حق مہر میں دیا ہے۔ قیمتی (النننا) ہے اور زیورات بھی قیمتی (النننا) کے ہیں۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں نیز یہ بھی لکھدیتی ہوں۔ کہ میری وفات کے بعد اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد مزید متروکہ ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی زیور یا کوئی روپیہ اپنی زندگی میں بعد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا زیور کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاوے گی فقط۔ کاتب الحروف فضل حق احمدی دھرم کوٹ بگہ۔

العبد کرم نشاں زوجہ شیخ عطا اللہ خاں۔ گواہ شد مہر الدین ولد کریم بخش تیلی۔ ساکن دھرم کوٹ بگہ۔ گواہ شد عطا اللہ خاں خاوند موصیہ۔ $\frac{9}{27}$ ۱۸

وصیت نمبر ۲۶۹۶

میں عطا اللہ خاں ولد شیخ رحیم بخش ککے زئی عمر ۵۵ سال ساکن دھرم کوٹ بگہ۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق آج بتاریخ $\frac{9}{27}$ ۱۸ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

دو دوکان خام جن میں سے ایک کی چھت گر گئی ہے اور ایک مکان پختہ و خام اور ۱۲۔ گھماؤں اراضی زرعی چاہی و بارانی چاہ میرے والہ واقعہ دھرم کوٹ بگہ ہے۔ یہ تمام جائداد میرے بھتیجے سلیم اللہ ولد عنایت اللہ خاں سے بحصہ برابر مشترکہ ہے نیز ۱ کنال اراضی چاہی واقعہ چاہ لوہاراں والہ۔ موضع دھرم کوٹ بگہ۔ بعوض مبلغ (ننا) روپیہ میرے پاس رہن باقبضہ ہے۔ جو کہ میں نے کرپا سنگھ عرف جھجے سے لی ہوئی ہے۔ تمام جائداد مذکورہ کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز اگر میری وفات کے بعد کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری پنشن (للعہ) روپیہ ماہوار ہے۔ میں اپنی آمدنی کا بھی دسواں حصہ ماہوار ادا کرتا ہونگا۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بعد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی $\frac{9}{27}$ ۱۸۔ کاتب الحروف شیخ فضل حق احمدی۔ العبد موصی عطا اللہ خاں ولد شیخ رحیم بخش۔ بقلم خود۔ گواہ شد ظہور الدین ساکن دھرم کوٹ بگہ بقلم خود۔ گواہ شد۔ مہر الدین تیلی ساکن دھرم کوٹ بگہ۔ بقلم خود۔

وصیت نمبر ۲۶۸۹

میں بشیر احمد ولد بابو فقیر علی صاحب قوم سدھر۔ عمر ۲۵ سال ۱۰۔ ماہ ساکن قادیان شریف ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق آج بتاریخ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ء کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ ماہوار آمدن (للعہ) روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا اور میرے مرنے کے بعد میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

العبد خاکسار بشیر احمد احمدی بقلم خود $\frac{9}{27}$ ۲۰۔ گواہ شد نور محمد کارکن نظارت خارجیہ قادیان بقلم خود۔ گواہ شد سلیم اللہ مولوی فاضل بقلم خود۔ گواہ شد عبد الرحمٰن دوکاندار بقلم خود۔

ہندوستان کی خبریں

ـــــ ڈبروگڑھ (آسام) سب ڈویژن کے بہت سے گاؤں میں قحط کا زور ہے۔ سخت اضطراری حالت ہے اہل دیہہ گھاس کھا رہے ہیں۔ سرد بازاری کے باعث دکانیں بند ہو رہی ہیں۔ غربا کی حالت سخت قابل رحم ہے۔

کلکتہ یکم نومبر۔ آج علی الصباح پولیس نے کلکتہ اور شمالی و مشرقی بنگال میں بہت سے گھروں کی تلاشی لی۔ اس دوران میں متعدد دستاویزیں برآمد ہوئیں۔ جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان کا تعلق ایک زبردست انقلابی سازش کے ساتھ ہے۔ دیوگڑھ سے پولیس کو چند ایسی دستاویزیں بھی ملی تھیں۔ جو معموں میں لکھی گئی تھیں۔ جب ان معموں کو حل کیا گیا۔ تو دو نام نکلے۔ جن کے مکانوں کی آج صبح تلاشی لی گئی ہے۔ تاہم ابھی کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

ـــــ لاہور ۳۱ اکتوبر۔ مسٹر ڈنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں اس مقدمہ کی سماعت پھر ہوئی۔ جو ایڈیٹر و طابع و ناشر اخبار انارکسٹ کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۳ الف دائر کیا گیا ہے۔ ملزموں نے ایک درخواست اس مضمون کی دی۔ کہ مزید سماعت مقدمہ روک دی جائے کیونکہ وہ عدالت عالیہ میں زیر دفعہ ۵۲۶ (۵) ضابطہ فوجداری مقدمہ کے انتقال کے لئے درخواست دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ عدالت نے مقدمہ ۱۱ - نومبر پر ملتوی کر دیا +

ـــــ لاہور ۳۱ اکتوبر۔ الہ آباد بنک بنوں کی برانچ کے خزانچی کو پچاس ہزار روپیہ کے غبن کے جرم میں سات سال سخت قید اور ۵ ہزار جرمانہ کی سزا مسٹر نند لال سپرنٹنڈنٹ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دی تھی۔ ملزم نے ہائی کورٹ میں اس حکم کے خلاف اپیل کی جس کی سماعت مسٹر جسٹس فورڈ کے روبرو ہوئی۔ عدالت نے آج حکم سناتے ہوئے ملزم کی اپیل نامنظور کر دی ہے +

ـــــ روزانہ "ملاپ" کو معلوم ہوا ہے۔ کہ ضلع لاہور کے چند ایک ممتاز اور سر کردہ سکھوں نے ایک کمیٹی بنائی ہے جو اچھوتوں کی اصلاح کرے گی +

ـــــ پنجاب مسلم لیگ کی کونسل کے ایک جلسہ میں جو زیر صدارت سر محمد شفیع منعقد ہوا۔ تجاویز پاس کی گئیں۔ جن میں تازہ فسادات اور انفرادی قاتلانہ حملوں پر اظہار نفرت کیا گیا۔ اور تمام جماعتوں سے درخواست کی گئی۔ کہ قابل اعتراض مضامین کی اشاعت سے جو دوسرے فریق کے مذہبی جذبات و احساسات کو صدمہ پہونچاتے ہیں۔ اجتناب کریں اور تازہ اتحاد کانفرنس کلکتہ کے اصولوں کو تسلیم کریں جن سے اتحاد باہمی اور صلح و آشتی کے خیالات میں ترقی و استواری کی امید ہے

ـــــ دہلی ۳۰ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ وائسرائے ہند نے آج مسٹر جناح لیڈر انڈیپنڈنٹ پارٹی اسمبلی۔ مسٹر کا کے لیڈر اسمبلی۔ سر الیگزینڈر مڈی ممبر اسمبلی کو علیحدہ علیحدہ ملاقات کا موقعہ دیا۔ ان لوگوں کی وائسرائے ہند سے کیا بات چیت ہوئی اس کے متعلق ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ گفتگو پارلیمنٹری کمیشن کے سلسلہ میں تھی۔ شاہی کمشن کی تقرری کے متعلق بہت جلد سرکاری اعلان ہونے والا ہے +

ـــــ دہلی ۳۱ - اکتوبر۔ معتبر ذریعہ سے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ عبدالرشید کو نومبر کے پہلے ہفتہ میں یعنی ۵ نومبر کو پھانسی دی جائے گی +

ـــــ الہ آباد ۲ نومبر اس مقدس جمنا اشنان کی تقریب یہاں منائی گئی۔ دریائے جمنا میں پچاس ہزار سے زیادہ لوگوں نے اشنان کیا۔ کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آیا۔ سوائے اس کے کہ ایک ہندو لڑکی مفقود الخبر ہے۔

ـــــ دھرم سالہ۔ یکم نومبر۔ کانگڑہ اور پالم پور کے درمیان جو نئی ریلوے لائن تعمیر ہو رہی ہے۔ وہاں پٹھان قلیوں کے درمیان سخت فساد ہو گیا۔ دو آدمی مارے گئے اور دو سخت زخمی ہوئے۔ ملزموں کو مفرور ہونے کی کوشش کرتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا ہے۔

ـــــ دہلی ۲ نومبر ایسوسی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ مختلف صوبجاتی گورنمنٹوں کے وزرا کی ایک کانفرنس جو یہیں ۱۴ نومبر سے شروع ہو گی۔ اس کانفرنس میں تنخواہوں اور پبلک سروس تعلیم و زراعت اور صنعت و حرفت کے مستقبل پر بحث کی جائے گی۔ وزرا کے ساتھ ان کے سیکرٹری بھی جائینگے یہ کانفرنس زیر صدارت سر محمد حبیب اللہ ۱۹ - نومبر تک رہے گی

ـــــ "سٹیٹسمین" کا نامہ نگار مقیم دہلی لکھتا ہے کہ اصلاحات کی تحقیقات کے لئے شاہی کمشن کی تقرری کا معاملہ طے ہو گیا ہے اس کمیشن میں پارلیمنٹ کے ۷ ممبران شامل ہونگے۔ ہندوستان کے لیڈروں سے کمیشن کے متعلق مشورہ حاصل کیا جا رہا ہے

ـــــ دہلی ۳ - نومبر آل انڈیا آریہ سمیلن کے منتخب پردھان مہاتما ہنس راج جی دہلی تشریف لائے۔ اسٹیشن سے چلنے کے لئے جلوس مرتب ہی ہو رہا تھا۔ کہ اعلان کیا گیا۔ کہ چونکہ ۵ نومبر کو سمیلن کا بڑا جلوس نکالنے کی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے منظوری نہیں دی ہے۔ اس لئے یہ جلوس بھی بطور پروٹسٹ نہیں نکالا جائیگا۔

ـــــ کونسل صوبجات متحدہ کے تازہ اجلاس میں ایک رزولیوشن بدیں غرض پیش کیا گیا۔ کہ عورتیں قانونی کونسل میں نامزد اور منتخب ہو سکیں۔ تجویز منظور کر لی گئی

ممالک غیر کی خبریں

ـــــ ٹوکیو ۳۱ - اکتوبر جاپان کی بحری طاقت کا اندازہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جو ۱۹۱۹ء کے بعد سب سے بڑا مظاہرہ ہے۔ ۱۵۸ جنگی جہاز دو نی، لاکھ ٹن آٹھ قطاروں میں کھڑے ہوئے یوکو کے پاس ۱۲ مربع میل جگہ گھیری گئی اور شہنشاہ نے مسو جہاز میں بیٹھکر قطاروں کا چکر لگایا۔

ـــــ قسطنطنیہ ۲۸ اکتوبر۔ ترکی میں پہلی باقاعدہ مردم شماری نہایت سخت شرائط کے ماتحت کی گئی ہے۔ تاکہ اس کی صحت میں فرق واقعہ نہ ہو۔ باشندوں کو ممانعت کر دی گئی تھی کہ وہ دن میں کسی وقت اپنے گھروں سے باہر نہ جائیں۔ جس کے نتیجہ میں تمام دکانیں بند کر دی گئیں۔ اور راستے سنسان ہو گئے۔

ـــــ رگبی ۲۹ اکتوبر۔ کل رات کو سخت آندھی چلی جس کی رفتار دیکھیا۔ آئرلینڈ میں تقریباً ۷۰ میل فی گھنٹہ درج کی گئی۔

ـــــ لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ جمہوریہ یونان کے معزز صدر ایڈمرل کونڈر ائٹس کے قتل کرنے کی آج صبح جس وقت وہ میونسپل کانگریس سے واپس جا رہے تھے۔ کوشش کی گئی۔ ایک شخص نے جو اشتراکی بیان کیا جاتا ہے ریوالور کا فیر کیا۔ صدر جمہوریہ کی داہنی کنپٹی پر خفیف سا زخم آیا۔ لیکن گولی ہڈی تک نہیں گئی۔ حملہ آور گرفتار کر لیا گیا +

ـــــ لنڈن ۲۹ - اکتوبر ایک طوفان اس قدر عظیم رونما ہوا۔ کہ تمام ملک پر چھا گیا۔ جس کے صدمہ سے چار آدمی ہلاک ہوئے۔ اور بہت کچھ نقصان ہوا۔ آئرلینڈ سے سلسلہ ٹیلیفون منقطع ہو گیا۔ ۱۵۰ فٹ بلند ایک عظیم الشان فولادی آلہ جر ثقیل ہوا سے اڑ کر سمندر میں جا پڑا۔ ایک کارخانہ کی ۸۰ فٹ بلند چمنی اڑ گئی۔ جس سے کارخانہ کا بہت سا حصہ تباہ ہو گیا۔

شنگھائی ۳۰ اکتوبر جاپان کا ایک نیم سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ جہاز پر ۳۰ چینی قزاقوں اور کیو شیو کے گورنر کے ایک درجن سپاہیوں کے مابین شدید لڑائی ہوئی۔ جس میں سے ۹ اشخاص زخمی اور بہت سے مجروح ہو گئے۔ قزاق جو مسافروں کے بھیس میں جہاز پر سوار تھے لازمین جہاز کا مال و متاع لیکر جہاز سے اتر گئے اور فرار ہو گئے۔

ـــــ انگورہ یکم نومبر۔ مجلس ملیہ ترکیہ نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اتفاق رائے سے دوبارہ صدر منتخب کیا ہے۔

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)